



قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَأَيْتُ كَانَ امْرَأَةً سَوْدَاءَ قَاتِلَةَ الرَّأْسِ
خَرَجَتْ مِنَ الْمَدِينَةِ حَتَّى قَامَتْ بِمَعْيَةٍ وَهِيَ التَّحْفَظُ
فَأَوْلَى أَنْ تَرْبَأَ الْمَدِينَةَ نَفْلَ إِلَيْهَا..... نَبِيُّ كَرَمُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَفَلَ فَرِمَاهُ مِنْ
نَّوْبَ مِنْ دِيكَحا كَإِيْكَ پُرَانَدَه بالَّوْنِ والَّمِي سِيَاهَ عُورَتْ مدِينَه سَهْ لَكَلِي
اوَرْ جَنْفَه جَا كَرْ كَهْرَبِي هُونَي، مِنْ مِنْ نَّوْبَ کَيْ تَعْمِرَ اَخْذَکَی کَوَباءَ
(مدینے سے نکل کر) اُدھرْ نَفَلَ کَرِي گَئِی ہے۔ (الْخَارِي)

دُنْيَا کَیْ مَدِینَتْ مَلِیْنَہ... مَلِیْنَہ

اسْبَابُ عَذَابٍ

نعت شریف

روح سکون پائے ، قلب بھی ہوگا مطمئن
اُن کی رضا اسی میں ہے پڑھتے رہو یہ رات دن
صلی علی نبیِنا، صلی علی مُحَمَّدٍ
اُن پہ درود کب سے ہے ، اُن پہ درود جب سے ہے
جب نہ تھے ماہ و سال و سن ، جب نہ تھے رات اور دن
صلی علی نبیِنا، صلی علی مُحَمَّدٍ
یہ ہے ازل سے تا ابد ، اس کی نہیں ہے کوئی حد
اس کا عروج ماہ و سال ، اس کا فروغ دن بہ دن
صلی علی نبیِنا، صلی علی مُحَمَّدٍ
ہوتی نہیں ہے مستجاب ، ہوتی نہیں ہے باریاب
رپ حضور کے حضور ، کوئی دعاء درود ہن
صلی علی نبیِنا، صلی علی مُحَمَّدٍ
وہ تو ہیں رحمت تمام ، جود و کرم اُن کا ہے عام
تیری نظر وہیں رہے ، اپنے گناہ کو نہ گن
صلی علی نبیِنا، صلی علی مُحَمَّدٍ
جس نے ادیب حرزِ جاں اپنا اسے بنا لیا
اس کو ہیں پھر نہ مشکلیں ، پھر نہ اسے کوئی کٹھن
صلی علی نبیِنا، صلی علی مُحَمَّدٍ

اللہ تعالیٰ دوست ہیں ایمان والوں کے..... وہ انہیں اندھیروں سے نکال کر ”نور“ میں لے آتے ہیں.....

اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ

یا اللہ! ہم پر بھی..... وہ رحمت فرمائیے..... جو آپ کے غضب سے آگے ہے..... ہم اندھیروں، پردوں

اور حجاوں میں ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں..... آپ کو پکار رہے ہیں

یا اللہ..... یا اللہ..... یا اللہ

آپ پر ایمان کا اعلان کر رہے ہیں

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

آپ کے محبوب آخری نبی ﷺ پر

ایمان رکھتے ہیں

محمد رسول اللہ..... محمد رسول اللہ..... محمد

رسول اللہ.....

آپ کے حکم پر..... اپنے آقا ﷺ پر.....

صلوٰۃ وسلام بھیج رہے ہیں

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى

مُحَمَّدٍ وَ عَلَى آلِ

مُحَمَّدٍ

اللَّهُمَّ سَلِّمْ

عَلَى مُحَمَّدٍ

وَ عَلَى آلِ

مُحَمَّدٍ

یا اللہ.....

ہمیں بھی اپنی

”ولایت“

کفار کی طرف سے درجت

ملکیت ۰۰۰۔۔۔ ملکیت



یعنی دوستی کا مزاچکھا دیجئے..... ہمارے کالے دل پاک فرمادیجئے..... ہمارے پردے اور جاب ہنادیجئے.....

ہمیں بھی..... نور، روشنی اور انپار استہ عطاۓ فرمادیجئے

یانور..... یانور..... یا اللہ..... یا رحمٰن یا رحیم.....

ہمیں ایسا ایمان عطاۓ فرمادیجئے..... جو سدا ہمارے ساتھ رہے..... اور ہمارے دل یہ آواز سنیں.....

اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے دوست ہیں.....

آپ کا احسان کہ آپ نے ہمیں کلمہ طیبہ دیا ہمیں حضرت آقا مدنی ﷺ دیئے

ہمیں قرآن عطاۓ فرمایا ہمیں مکہ مکہ دیا ہمیں مدینہ مدینہ دیا

الحمد للہ رب العالمین الحمد للہ رب العالمین الحمد للہ رب العالمین

یا اللہ..... ہمیں ”ایمان“ کی قدر عطاۓ فرمادیجئے..... ہمیں ”وفاء“ عطاۓ فرمادیجئے..... ہمیں استقامت عطاۓ فرمادیجئے..... اور اپنی ملاقات کے وقت ہمیں اسلام و ایمان کی حالت میں اٹھائیے.....

رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَ تَوَفَّنَا مُسْلِمِينَ

مدینہ مدینہ سے وفاء کی دعوت آرہی ہے وفاء کی خوشبو آرہی ہے وفاء کی محبت آرہی ہے

ہمیں اس دعوت پر اس زمانے میں ”لبیک“ کہنے والوں میں سے بنایجئے

اندھیروں سے یا رب ہمیں تو بچا لے
ذراء نور کی اک جھلک تو دکھا دے
ہمیں تو سکھا دے ، دلوں میں بسا دے
مدینہ مدینہ مدینہ مدینہ

○.....○.....○

مدینہ مدینہ سے یہ دعوت چلی کہ بس ہر حال میں وفادار رہنا ہے مکہ مکر مہ میں بھی یہی دعوت چلتی رہی وفاء وفاء اور وفاء ماحول ملے یانہ ملے نتیجہ نظر آئے یانہ آئے حالات موافق ہوں یا مخالف ہر حالت میں وفاء اللہ تعالیٰ سے وفاء حضرت محمد ﷺ سے وفاء دین اسلام کے ساتھ وفاء
2

قصہ سن کر سمجھایا گیا کہ.....وفاء کا مطلب سمجھنا ہے تو.....اس عظیم خاتون کو دیکھ لو.....جوموت کے وقت مسکراہی ہے.....فرعون کی بیوی.....حضرت سیدہ آسمیہ رضی اللہ عنہا.....سبحان اللہ.....ماحول کیسا اور عقیدہ کیسا؟.....فرعون نے پہلی بار.....جب ان کے منہ سے کلمہ ایمان سناتو لرز کر رہ گیا.....وہ تو.....آج کل کے لوگوں کی طرح یہ سمجھتا تھا کہ.....ایمان لانا.....ایمان کی بات کرنا بھوکے ننگے لوگوں کا کام ہے.....اوچے درباروں میں ایمان کا کیا کام؟.....استغفار اللہ، استغفار اللہ.....پھر وہ تو خود کو.....خدا کھلواتا تھا.....سپر پاور.....ترقی یافتہ اور طاقتور.....حضرت سیدہ آسمیہ رضی اللہ عنہا کو کس چیز کی کمی تھی.....وہ تو اس مقام پر تھی کہ.....جس تک پہنچنے کے لئے.....لاکھوں لڑکیاں اور عورتیں ترسی رہیں.....وہ اس منصب پر تھیں کہ.....ان کا ہر عمل.....معاشرے کا فیشن اور عزت کا برائٹ بن جاتا تھا.....مگر انہوں نے.....اللہ تعالیٰ کو پالیا.....ایمان کو پالیا.....اور پھر اس ایمان کی ایسی قدر کی کہ.....خود ”وفاء“ کی مثال بن گئیں.....اصل میں ”ایمان“ ہے ہی اتنی اوچی چیز کہ.....یہ جسے نصیب ہو جائے.....اس کے نزدیکپھر کوئی چیز بھی ”ایمان“ کے برابر نہیں ہو سکتی.....نہ باادشا ہست، نہ دولت.....نہ ظاہری عزت.....اور نہ عیش و عشرت.....

ہم جو قدم پر پھسل جاتے ہیں.....اس کی وجہ یہ ہے کہ.....ہر چیز کی قدر و قیمت ہمارے دلوں میں ہے مگر ”ایمان“ کا اصل مقام.....ہم سے اوچھل ہے.....اسی لئے ہم چند لمحے فیشن پرستوں میں جا بلیٹھیں تو ہمیںنعوذ باللہ.....اپنی داڑھی اور پگڑی تک پر.....شرم آنے لگتی ہے.....

فرعون پاگلوں کی طرح دھاڑ رہا تھا.....اس کے وہم و مگان میں بھی نہیں تھا کہ.....خود اس کے گھر میںایمان اس طرح سے چمکے گا.....اس نے اپنی بیوی کو سمجھانے کی لاکھ کوشش کی.....مگر.....ایمان بہت اوچی نعمت ہے.....بہت ہی اوچی.....بہت ہی عظیم.....بلکہ سب سے عظیم نعمت.....یا اللہ! ہم پر بھی.....ایمان کا مقام کھوں دیجئے.....لاچ، بہکاوے اور ترغیب سے کام نہ چلاتو فرعون.....تشدد پر اتر آیا.....اب شروع ہو گیاوفاء کا امتحان.....

وہ جو پیدا ہی ایک بادشاہ کے گھر ہوئی تھی.....وہ جو جوان ہوتے ہی ایک عظیم سلطنت کی ملکہ بن گئی تھی.....وہ جو.....کسی ادنیٰ تکلیف کا تحریک بھی نہ رکھتی تھی.....اسے دھوپ میں باندھ دیا گیا.....سر پر ایک چٹان لٹکا دی گئی.....پھولوں اور ریشم کے بستر کی عادی.....آج برستے کوڑوں کی زد میں تھی.....آسمان جھک جھک کر اسے دیکھ رہا تھا.....زمین اس پر حیران تھی.....ملائکہ جو حق درجوق حاضر تھے.....فرعون پاگل کتے کی

طرح بے قابو ہو کر..... آخری دھمکی تک جا پہنچا تھا کہ..... اب نہ مانی تو..... اتنی بڑی چٹان اس پر گردادی جائے گی..... تصور سے ہی رو نگئے کھڑے ہو جاتے ہیں اتنی بڑی چٹان نازک بدن پر گرے تو..... ہڈیوں کا بھی چورا بنا دے مگر..... یہاں کوئی دوسرا آپشن موجود ہی نہیں تھا..... کوئی دوسری سوچ کوئی دوسری مقصد قریب بھی نہیں تھا..... یہی ہوتا ہے سچا ایمان کہ جب وہ مل جائے تو..... بس ایک ہی خواہش باقی رہ جاتی ہے کہ یا اللہ یا ایمان میرے ساتھ جائے اسی ایمان پر موت آئے جب ایمان پر مرننا ہی عشق بن جائے تو پھر ایمان والی موت سے ڈرنے کا کیا مطلب؟ اس اللہ کی بندی نے آخری وقت کو قریب محسوس کیا تو فوراً مقام وفاء سے ایک درخواست بھیج دی

رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ

يَا اللَّهُ اپنے قریب جنت میں مکان دے دیجئے

سبحان اللہ! کیا ذوق تھا اور کیا ایمان بے شک جو "ایمان" کی قدر کرے اور وفاء کو بجھائے اس کا مقام بے حد اونچا ہو جاتا ہے موت کے وقت کتنا خوف ہوتا ہے؟ نپخنے اور زندہ رہنے کی کتنی خواہش ہوتی ہے؟ پھانسی پانے والوں کے قصے سنیں ان میں سے اکثر آخری وقت تک زندہ رہنے کی فکر میں لرزتے رہتے ہیں اور خوف ان کے حواس پر چھا جاتا ہے مگر یہاں ایک تنہا "عورت" چاروں طرف وحشی درندے موت بالکل سر پر مگر نہ خوف نہ پریشانی یہ ہے ایمان کی قدر کہ ایمان میرے پاس ہے مجھے اور کیا چاہیے؟ ایمان میرے ساتھ مجھے اور کیا چاہیے؟ اس لئے اتنے خوفناک لمحات میں ایسی اوپھی دعاء اطمینان سے مانگ لی اور قبول کروالی وفاء والوں کی دعاء کہاں ٹھکرائی جاتی ہے اب وفاء والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کا نظام دیکھیں آسیہ رضی اللہ عنہا نہ رسول تھیں نہ نبی جنت میں اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب محلات تو حضرات انبیاء اور رسولوں کے ہونے ہیں کوئی کتنا بڑی ولی، مجاہد، شہید، صدیق بن جائے وہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے برابر تو نہیں ہو سکتا پھر حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں جو سب سے افضل ہوں گے وہ دوسروں کی بنسپت جنت میں اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہوں گے جنت آسمانوں کے اوپر اور عرش کے نیچے ہے اب عرش کے نیچے سب سے پہلا محل تو سید الانبیاء والمرسلین حضرت محمد ﷺ کا ہوگا جبکہ یہاں ایک مظلوم ایمان والی بندی اللہ تعالیٰ کے قرب میں محل مانگ رہی ہے وفاء کا مقام

دیکھیں.....حضرت سیدہ آسمیہ رضی اللہ عنہا کے لئے.....اسی پہلے محل میں.....ملکہ بن کر رہنے کا انتظام فرمادیا گیا.....وہ جنت میں.....ام المؤمنین بنیں گی.....حضرت آقامدنی ﷺ کے نکاح میں آئیں گی.....سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم.....ایمان والی بیوی نے تو جنت میں ایمان والے خاوند کے ساتھ رہنا ہے.....چنانچہ پہلے محل میں.....وہ بھی ہوں گی.....ان کو آخری وقت میں محل دکھایا گیا.....وہ محل کیسا ہوگا؟.....دنیا کے انسان کی عقل اس کو نہیں سمجھ سکتی.....وہ اس محل کو دیکھنے میں ایسی مدد ہوش ہوئیں کہ انہیں چٹان کے گرنے کا پتا تک نہ چلا.....ان کی روح آسانی، راحت، عزت، مقام اور خوشی کے ساتھ.....ان کے جسم سے الگ ہو کر.....اللہ تعالیٰ کی طرف محو پرواز ہو گئی.....نہ کوئی درد.....نہ کوئی سکرات.....نہ کوئی خوف.....نہ کوئی

نقسان.....

مکہ مکرہ.....اور مدینہ مدینہ سے وفاء کی یہ دعوت چلی تو.....جنت آباد ہوتی چلی گئی.....انسانیت کا سرا و نچا ہوتا چلا گیا.....تاریخ اپنے حسین ترین دور کو لکھنے لگی.....اور ہر طرف و فاداروں کی قطاریں ہی قطاریں لگ گئیں.....حضرات صحابہ کرام.....او ر صحابیات مکرمات کے واقعات پڑھیں.....ایمان کی قدر.....او ر ایمان کے ساتھ وفاء.....یہ دو چیزیں پوری آب و تاب کے ساتھ نظر آتی ہیں.....تاریخ کے صفحات کھولتے جائیں.....فرعون مصر کے دربار میں.....وفا کی جو مثال رقم ہوئی تھی.....وہ مکہ اور مدینہ میں قدم قدم پر نظر آتی ہے.....او ر پھر یہاں سے پوری دنیا میں پھیل جاتی ہے.....

وفاء کی ہے دعوت	مدینہ	مدینہ	وفاء کی ہے عظمت	مدینہ	مدینہ
وفاء کی ہے بلندی	مدینہ	مدینہ	وفاء کی ہے خوبیو	مدینہ	مدینہ
وفاء کی ہے	وفاء کی ہے
وفاء کی ہے	وفاء کی ہے

○.....○.....○

ادنی ساقلم.....چھوٹا سا مضمون.....معمولی سی معلومات.....کمزور سادل.....او ر لکھنے بیٹھ گیا ہوں.....وفاء کی داستان.....یا اللہ رحم فرمائیئے.....مجھے بھی وفاء چکھائیئے.....کتنے مناظر ذہن میں محل رہے ہیں.....بس ایک دو کی جھلک دیکھ لجئے.....مکہ مکرہ سے ہجرت کر جانے کا حکم آیا تو.....اہل وفاء نے فوراً اپنا وطن چھوڑ دیا.....کہنا اور لکھنا آسان ہے.....عمل بہت مشکل ہے.....بنے بنائے گھر.....جمے جمائے کاروبار.....مٹی اور

رشتہ داری کا اُنس..... سب کچھ ایک ہی لمحے میں قربان..... مگر کچھ کمزور، معدور اور بے بس مسلمان..... ہجرت نہ کر سکے..... قرآن مجید نے بار بار ان کی معافی کا اعلان فرمایا..... مگر وہ..... درد اور غم کے انگاروں پر لوٹ رہے تھے..... وہ مکہ مکرمہ میں تھے مگر ان کے دل اور کان..... مدینہ مدینہ سے جڑے ہوئے تھے..... ہجرت کی کوئی آیت نازل ہوتی تو ان تک بھی پہنچ جاتی..... اور وہ درد سے تڑپ کر رہ جاتے..... ان میں ایک صاحب تھے..... حضرت جندب بن ضمرہ رضی اللہ عنہ..... بہت بوڑھے، کمزور، چلنے پھرنے سے معدور..... بعض روایات میں تو یہاں تک آیا ہے کہ وہ..... نابینا بھی تھے..... جب ہجرت نہ کرنے پر عیید کی ایک آیت نازل ہوئی تو بے قرار ہو گئے..... مالدار تھے..... فیصلہ کیا کہ..... مال کو ہی اپنی بیساکھی اور اپنی آنکھیں بناتا ہوں..... وفاء دیکھیں وفاء..... اتنی عمر میں انسان کے جذبات کس قدر کمزور اور سرد پڑ جاتے ہیں..... اور حوصلہ تو دو قدم کی تاب نہیں رکھتا..... جبکہ یہاں..... خطرات بھی بے شمار تھے..... مگر انہوں نے رخت سفر باندھا..... مال دے کر اپنے بیٹوں یا مزدوروں کو راضی کیا کہ مجھے اٹھا کر..... مدینہ مدینہ لے جائیں..... اللہ اکبر کبیرا..... پھر وہ منظر قائم ہوا کہ..... آسمان جھک کر زمین کو روشن سے دیکھنے لگا..... حضرت کو چار پائی پر لا د کر اٹھایا گیا اور چار سو کلو میٹر کا سفر شروع ہوا..... اللہ تعالیٰ کے ہاں..... وفاء کا امتحان بہت لمبا اور ناقابل برداشت نہیں ہوتا..... ابھی مقام شعیم تک ہی پہنچے تھے..... یعنی مکہ مکرمہ سے تھوڑا باہر (جہاں آج کل مسجد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہے اور عمرہ کرنے والے وہاں سے احرام باندھتے ہیں)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے..... پیغام ملاقات آگیا..... اسی حالت میں وفات پائی اور وہیں تدفین ہوئی..... بظاہر گمانی..... کسپری اور مسافری کی موت..... مگر..... عرشِ الہی سے ان کی تعریف اور شان میں..... آیات نازل ہوئیں.....

وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكُهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ
اور اس کمزور..... مہاجر فی سبیل اللہ کو وفاء کی مثال قرار دے کر..... اعلان کر دیا گیا کہ جو بھی..... اسی طرح ہمارے لئے نکلے گا..... وہ منزل تک پہنچے یا نہ پہنچے..... ہم تک ضرور پہنچ جائے گا..... اور ہم نے..... اس کے اجر و انعام کو..... اپنے اوپر لازم فرمالیا ہے.....

بھائیو! اور بہنو!..... آج ہر طرف بہت اندھیرا ہے..... ہر مفکر، ہر دانشور، ہر بظاہر پڑھا لکھا آدمی..... مسلمانوں کے دل سے..... ایمان کی قدر کو کھرچ کھرچ کر نکال رہا ہے..... حالانکہ..... حقیقت یہ ہے کہ.....

جس کے پاس ایمان ہے اسی کے پاس سب کچھ ہے..... اور جس کے پاس ایمان نہیں..... اس کے پاس کچھ بھی نہیں وہ مرد ہے وہ مردار ہے وہ ناکام ہے وہ ذلیل ہے مگر آج ہمیں بار بار سمجھایا جا رہا ہے کہ نہیں بے ایمان کافر ہم مسلمانوں سے اچھے ہیں نعوذ باللہ، نعوذ باللہ وہ چاند تک پہنچ گئے انہوں نے یہ بنالیا وہ بنالیا ہمیں ان جیسا بننا ہو گا وغیرہ وغیرہ ایمان کی اس ناقدری نے وفاء کے بازار کو بھی سرد کر دیا ہے ہم تھوڑی سی لاج تھوڑے سے خوف اور ماحول کی تھوڑی سی تبدیلی سے گھبرا جاتے ہیں اور ایمان سے دور ہو جاتے ہیں وہ دیکھو قرآن مجید فتنمیں کھا کھا کر سنارہا ہے کہ ایمان والوں کے سوا سب خسارے میں ہیں وہ ارب پتی ہوں یا حکمران ان سب نے خالی ہاتھ مر جانا ہے اور آگے اُن کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی کے لئے سوانعِ عذاب اور خسارے کے کچھ بھی نہیں ہے

مدینہ مدینہ ہمیں وفاء کی داستانیں سنارہا ہے اہل وفاء دنیا سے چلے گئے مگر اچھی جگہ گئے اور بے وفاء بھی دنیا چھوڑ گئے مگر وہ بدترین جگہ پر گئے اللہ تعالیٰ دین اسلام کے فدائیوں کو ساری امت کی طرف سے ”جزائے خیر“ عطا فرمائیں انہوں نے اس دور میں بھی وفاء کے بازار کو گرم رکھا ہوا ہے وہ دیکھو! کشمیر کے راستے میں جموں کے پاس وفاء کے تین پھول مسکرا رہے ہیں ہاں بے شک اُن کا حق ہے کہ مسکرا ائیں خوب مسکرا ائیں

یہ ایمان کی دولت یہ کلمے کی لذت
وفاؤں کے رستے شہادت کی لذت
میسر ہے سب کچھ ہرے پاس آؤ
صداء دے رہا ہے مدینہ مدینہ

لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اللهم صل علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وبارک وصل وسلم علیہ تسلیماً کثیراً

کثیراً

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اللہ تعالیٰ مہلک اور گندی بیماریوں سے تمام اہلِ ایمان کی حفاظت فرمائے..... آمین

نظامِ فطرت سے چھیڑ چھاڑ اور کھلی بغاوت نے سارے عالم کے نظام کو ہلا کر رکھ دیا۔ موسم بے قابو اور بے حدود ہو چکے ہیں۔ ایک طرف پانی تباہی مچا رہا ہے، تو دوسری طرف اس کی قلت اس وقت دُنیا کا سنگین ترین مسئلہ بن چکی ہے۔ جنگلات اور جنگلی حیات کے ساتھ انسانوں کے بُرے سلوک نے انسانیت کو تباہی کے دہانے پر لاکھڑا کیا ہے اور دنیا میں کروڑوں انسانوں کو اس وقت سانس لینے کے لئے تازہ ہوا دستیاب نہیں ہے۔ زراعت کا سارا نظام تہہ و بالا ہو چکا ہے۔ فصلوں کی بھاجائی کے موسم بدل گئے۔ زہر لیے بجوں اور مصنوعی



اسباب عذاب

کھادوں کے ذریعے زیادہ سے زیادہ فصل حاصل کرنے کی ہوں نے زمین کی قوتِ نمکو شدید متاثر کر دیا ہے۔ بخراز میں بڑھ رہی ہے اور کار آمد زمین کھیتوں سے ہاؤسنگ سوسائٹیوں اور پلازاوں میں بدل رہی ہے۔ پرندوں کی کتنی ہی اقسام جن کے جھرمٹ، ہم اپنے ارڈگرددیکھا کرتے تھے اس طرح ناپید و نابود ہو چکیں کہ اب اگران میں سے دو چار کی تعداد میں بھی کہیں کہیں نظر آ جائیں تو عجیب سی خوشی کا احساس ہوتا ہے۔ ہمارے بچوں کو تواب شاید یہی علم ہو گا کہ ہماری بستیوں میں بس کوئے اور چیل ہی پائے جاتے تھے۔ انسان نے اپنی بد اعمالیوں اور ہوں رائنوں کے ذریعے عذابوں کے آگے بندھے ہوئے بندکھول دیئے ہیں، اس لئے تسبیح کے ٹوٹ کر بکھر جانے والے دانوں کی طرح فتنے اور عذاب نازل ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔

مہلک اور بتاہ گن بیماریوں کا پے در پے پیدا ہونا بھی عذابوں کی ایک شکل ہے۔ ملحد، بے دین اور الحاد زدہ

لوگ جب اس طرح کی باتیں سنتے ہیں تو فوراً اعتراض کرتے ہیں کہ اگر ایسا ہے تو پھر اہل ایمان پر اس طرح کی بیماریاں کیوں مسلط ہوتی ہیں؟ اسی طرح ماضی میں اس امت کے بہترین اور افضل ترین افراد پر طاعون وغیرہ جیسے وہ بائی امراض پھوٹ پڑنے کے واقعات پیش کر کے وہ ان بیماریوں میں عذاب کے پہلو کے بیان پر معرض ہوتے ہیں۔

اس حوالے سے ایک بات سمجھ لیں!

ان امراض میں بعض وہ ہیں جن کا سبب ہی بد کرداری یا کھانے پینے میں اُن چیزوں کا استعمال ہے جو شرعاً حرام کی گئی ہیں۔ یقیناً ایسی بیماریاں تو اُن لوگوں پر ہی مسلط ہوتی ہیں جو ان اسباب کو اختیار کرتے ہیں جبکہ اگر کسی اہل ایمان کو بیماری اس گناہ میں ابتلاء کے بغیر کسی اور سبب سے لگ جائے تو اس کے حق میں یہ ان شاء اللہ گناہوں سے معافی اور بلندی درجات کا ذریعہ بنیں گی۔ لیکن عموماً ایسا دیکھا گیا ہے کہ اس طرح کے امراض میں ابتلاء ایسے لوگوں کا ہی ہوتا ہے جو ان کے اسباب کا ارتکاب کرتے ہیں۔

جبکہ وہ امراض جن کا سبب گناہ یا حرام نہیں، وہ مومن کے حق میں اللہ رب العزت کی طرف سے گناہوں کی معافی اور بلندی درجات کا یقینی ذریعہ ہیں جیسے طاعون اور ہیضہ جیسے امراض میں مومن صادق کی موت کو شہادت قرار دیا گیا ہے اور اگر ایمان کے ساتھ غور کیا جائے تو ایک ہی حالت کا دو افراد پر آنا ہمیشہ نہ تو ایک جیسے اسباب کی وجہ سے ہوتا ہے اور نہ ہی اس کے نتائج کو دونوں کے حق میں برابر کہا جاتا ہے۔ ایک شخص کے لئے ایک حالت عذاب اور دوسرے کے لئے وہی حالت رحمت ہو سکتی ہے۔ جیسے قتل کیا جانا ایک ہی واقعہ میں ایک شخص کے حق میں عذاب اور سزا جبکہ دوسرے کے حق میں شہادت جیسی عظیم رحمت اور انعام ہوتا ہے۔

أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ، مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ (القلم)

جب ایسی عمومی معاشرتی یا خصوصی حالت پیش آجائے جس میں عذاب اور سخط الٰہی کا پہلو نظر آ رہا ہوتا ہے مومن کو سب سے پہلا کام یہ کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے عذاب سے پناہ مانگے اور اس کا سب سے بہترین ذریعہ حضرت آقا محمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم فرمودہ حفاظت کی اور عذاب سے پناہ کی دعائیں ہیں۔ حضرت آقا رحمۃ اللہ علیہ محسن اعظم ہیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ان عظیم احسانات میں سے یہ ہے کہ امت کو ایسی دعائیں تلقین فرمائیں جو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور نارِ اصلگی سے بچانے والی ہیں۔ دعاء مومن کی عظیم الشان عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ کو بہت راضی کرنے والا عمل ہے اور پھر خاص طور پر جب یہ حضرت آقا رحمۃ اللہ علیہ کے تلقین فرمودہ الفاظ میں ہو

تو اس کی تاثیر ہزاروں گناہ پڑھ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسی بُری قلبی حالت تک پہنچنے سے ہر مسلمان کی حفاظت فرمائے کہ اسے نعوذ باللہ نبی کریم ﷺ نے ان فرامینِ عالیہ کے متعلق شک و شبہ آئے یادِ عاء کی تاثیر کے بارے میں کوئی استہزا نہیں کلمہ اس کی زبان سے صادر ہو۔ سو شل میڈیا پر انہماں کی لعنت نے، بہت سے مسلمانوں کو اس مہلک بیماری میں بٹلا کر دیا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ حضرت محمد ﷺ جب مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہ تو بستی و بائی امراض کا گڑھ تھی۔ حضرات صحابہ کرام ان امراض میں بٹلا بھی ہوئے اور پھر اللہ تعالیٰ نے دعاء کے عظیم عمل کی بدولت ہی اس سرز میں کو دنیا کی بہترین آب و ہوا عطا فرمادی۔ حضرت آقامدنی ﷺ کی ارشاد فرمودہ ان دعاوں کو جس نے بھی حری جان بنایا اس نے ہزار ہا آفات و امراض سے نجات و حفاظت پائی۔ انسان اللہ رسول پر مکمل ایمان و یقین کی حالت میں ہو۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے خائف رہے اور اس سے پناہ مانگتا رہے۔ اپنے آپ کو عافیت کا محتاج سمجھے اور اس کا طالب رہے۔ دعاء کے عمل کے ساتھ چڑار ہے پھر اگر اس پر کوئی ظاہری مصیبت آبھی جائے تو وہ اس کے حق میں مصیبت نہیں رہتی۔ مصیبت اور عذاب تو یہ ہے کہ انسان ابتلاء میں بھی آئے اور نعوذ باللہ، اللہ تعالیٰ سے بھی کثار ہے۔

ایسی دعائیں بہت سی ہیں۔ کتب میں عام چھپی ہوئی ہیں، ان میں سے جسے بھی معمول بنا لیا جائے ان شاء

اللہ پورا نفع ہوگا۔ مثلاً

بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَ لَا فِي السَّمَاءِ وَ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

صبح شام تین تین بار کا معمول

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ

کا ہر نماز کے بعد معمول

سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ وَ بِحَمْدِهِ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ

صبح شام تین تین بار کا معمول

اور درود شریف کی کثرت جو ہر رحمت کے حصول اور ہر بلاء کے دفعیہ کا ضامن عمل ہے۔

دوسرا کام مومن کا یہ ہے کہ ایسی حالت میں اسباب عذاب پر غور کرے اور انہیں دور کرنے کی پوری کوشش

کرے۔ مصیبت اور آفات کا سبب گناہ ہیں اور یہ بات قرآن مجید میں حتی طور پر ارشاد فرمادی گئی ہے۔ اور

گناہوں سے اور ان کے وباں سے چھکارے کا واحد ذریعہ استغفار (یعنی ان گناہوں پر مغفرت) اور توبہ (

یعنی ان سے بچنے کا عزم مصشم) ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ توبہ اور استغفار کرنے والوں کو وہ اپنے عذاب سے آمن میں رکھیں گے۔

اس وقت ہمارا معاشرہ جن بڑی سختیوں اور پریشانیوں میں مبتلا ہے ان میں سے زیادہ تر پر غور کیا جائے تو ان کی جڑ اور اصل فاسق فاجر ظالم بے دین بد کردار اور عوام کے درد سے نا آشنا حکمران ہیں اور بُرے حکمران کا مسلط ہونا اللہ تعالیٰ کے عذاب کی ایک شکل ہے جس سے پناہ مانگنے کا حکم آیا ہے۔ یہ عذاب بھی تو لوگوں پر ان کے بُرے اعمال کی وجہ سے ہی آتا ہے۔

”کما تکونون یولیٰ علیکم“

اور ”اعمالکم عمالکم“ مشہور ہیں۔ اس وقت نظام حکومت کے زیر سایہ مسط ہونے والے عذابوں پر ہر کوئی بلبلہ رہا ہے اور چلا چلا کر اس عذاب سے نجات کا طالب ہے لیکن اس بات کی طرف توجہ نہ ہونے کے برابر ہے کہ اس کے حقیقی سبب کا تدارک کیا جائے، جو ہمارے اپنے بُرے اعمال اور معاشرے میں نفوذ کر جانے والی بُری عادات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی کیسی کیسی شدید نافرمانیاں جس معاشرے کا جزو لا ینفک بن چکی ہوں اور وہ ان نافرمانیوں کے رہتے ہوئے عذاب سے نجات چاہیں ایسا بہت مشکل ہے۔ کفار کی ظاہری حالت سے کوئی مسلمان دھوکہ نہ کھائے کہ وہ ان بداعمایوں کے باوجود امن و راحت کی زندگی گزار رہے ہیں۔ کفار کا معاملہ تو الگ ہے۔ ان کے لئے آخرت میں دائمی جہنم ہے اس لئے ان کے جو چند اچھے اعمال دنیا میں ہوتے ہیں، ان کے بد لے میں انہیں اسی دنیا میں جزاء کے طور پر یہ چیزیں دیدی جاتی ہیں۔ مسلمان کا معاملہ مختلف ہے۔ وہ اللہ رب العزت کو مان کر اس کی نافرمانی کرے، رسول اللہ ﷺ پر ایمان کا دعویٰ کر کے آپ ﷺ کے طریق سے انحراف کرے اور اس پر استغفار بھی نہ کرے اور توبہ بھی تو وہ دنیا میں اللہ رب العزت کے عذاب کا مستحق ہو جاتا ہے۔

لہذا ہم حکمرانوں کو ہر وقت کو سننے کی بجائے اصل کام کریں۔ اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگیں، توبہ استغفار کو معمول بنائیں، اپنی ذات اور معاشرے میں سدھار لانے کی عملی کوشش کا آغاز کریں اور اسلام کے نظام حکومت کے دنیا بھر میں قیام کے ضامن عمل ”جہاد فی سبیل اللہ“ کو اپنا کیں تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ دنیا میں بھی امن، راحت، غلبہ اور آخرت کی بھی اعلیٰ کامیابی عطا فرمائیں گے۔

○.....○.....○





شہر مدینہ سرکارِ مدینہ ﷺ کی نظر میں

احادیث کی روشنی میں مدینہ منورہ کے فضائل ملاحظہ فرمائیں

آپ ﷺ کی مدینہ متورہ سے محبت:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ بہت عزیز اور محبوب تھا۔

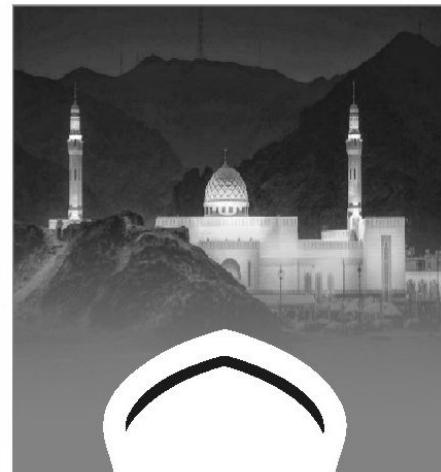
چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب سفر سے آتے اور مدینہ کی دیواروں پر نظر پڑتی تو اپنی اونٹی تیز کر دیتے اور اگر اونٹی کے علاوہ کوئی دوسری سواری ہوتی تو اس کو تیز کر دیتے۔

انہیں سے ایک دوسری حدیث میں منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مدینہ کے أحد پہاڑ کے بارے میں فرمایا: یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

جیسا کہ احادیث ذیل میں اس کی تصریح ہے:

عَنْ أَنْسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَنَظَرَ إِلَى جَدْرَاتِ الْمَدِينَةِ

او ضع راحتَه وَإِنْ كَانَ عَلَى دَابَّةٍ حَرَكَهَا مِنْ حَبَّهَا (بخاری ۲۵۳)



”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کسی سفر سے واپس آتے اور مدینہ کی دیواروں کو دیکھتے تو انپی اونٹی کو تیز کر دیتے اور اگر دوسری سواری پر ہوتے اس کو تیز کر دیتے اور یہ سب مدینہ سے محبت کی وجہ سے تھا۔“

و عنہ ان النبی ﷺ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم طلع لہ احمد فقال هذا جبل يحبنا و نحبه (مؤطراً مالک، کتاب الجامع، باب ما جاء في أمر المدينة ٣٦١)

”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کو جب أحد پہاڑ کھائی دیتا تو آپ ﷺ فرماتے: یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔“

فائدہ: اس حدیث میں ”هذا جبل يحبنا و نحبه“ کی شرح میں محدثین کی دورائے ہیں:

(۱)..... یہ حدیث مجاز پر محمول ہے اور پہاڑ کے محبت کرنے کا مطلب ہے کہ اس پہاڑ کے قریب رہنے والے لوگ یعنی اہل مدینہ جو صاحب ایمان و توحید ہیں، ہم سے محبت کرتے ہیں اور ہم ان سے محبت کرتے ہیں

(۲)..... یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ بعض دفعہ جمادات میں بھی علم و دانائی، محبت و عداوت پیدا فرمادیتے ہیں، جیسا کہ وہ ستون جس پر ٹیک لگا کر آپ ﷺ خطبہ دیا کرتے تھے جب منبر تیار ہو گیا اور آپ ﷺ منبر پر خطبہ دینے لگے اور ستون پر ٹیک لگا کر خطبہ دینا ترک فرمادیا تو وہ نبی کریم ﷺ سے جدائی کے غم میں رونے لگا۔

الغرض خواہ یہ حدیث ظاہر پر محمول ہو یا مجاز پر دونوں صورتوں میں مدینہ کی حرمت و عظمت کی طرف مشیر ہے، اگر ظاہر پر محمول ہو تو اس لیے کہ اس حدیث سے آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اہل مدینہ کے پہاڑ أحد سے محبت کرنا اور پہاڑ کا آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ سے محبت کرنا ثابت ہوتا ہے۔ اور مجاز پر محمول ہو تو، اس لیے کہ اس حدیث سے اہل مدینہ کا آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کرنا ثابت ہوتا ہے اور آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اہل مدینہ سے۔

گویا اہل مدینہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک محبوب ہیں تو اہل مدینہ کی فضیلت ثابت ہوئی اور مکین کی فضیلت مکان کی فضیلت کو مستلزم ہوتی ہے، الہذا مدینہ کی فضیلت ثابت ہوئی۔

(جاری ہے)

○.....○.....○

ایمان دل میں جما ہوا ہو، تو دنیا کی بادشاہت اور کوئی بھی رعب دا ب انسان کو متناہی نہیں کر سکتا۔

خلیفہ ہارون الرشید کے نام سے شاید ہی کوئی ناواقف ہو، اپنے وقت میں مسلمانوں کی ہی نہیں بلکہ اس وقت پوری دنیا میں سب سے بڑی سلطنت کا بادشاہ تھا، لوگ اس کے دربار میں پرمارنے سے بھی ڈرتے تھے، بلکہ کتنے ہی لوگ اس دربار میں حاضر ہونے کے لیے ترپتے تھے، لیکن ایک وقت وہ بھی آیا کہ یہ خلیفہ خود ایک عالم ربانی حضرت فضیل بن عیاض کے پاس حاضر ہوا۔ واقعہ کیا ہوا؟ آپ خود راوی کی زبانی سنئے:

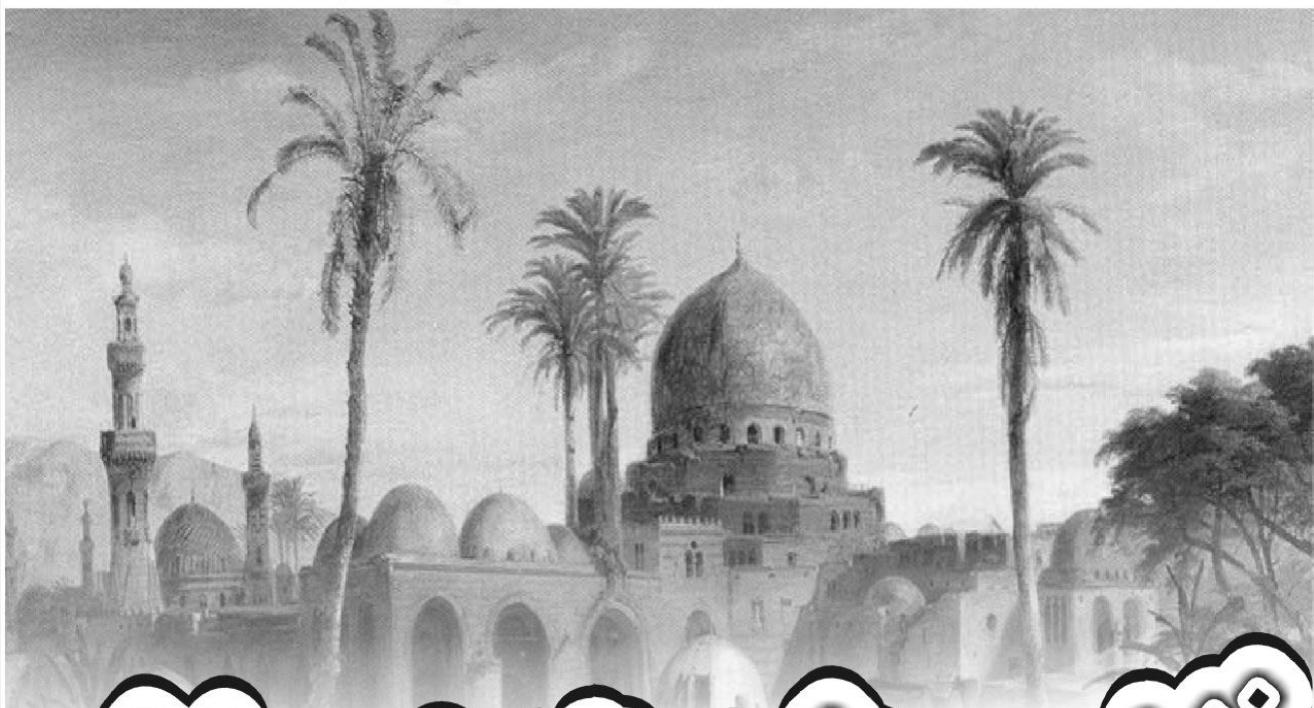
فضیل بن ربیع کہتے ہیں کہ ایک شب میں شب باشی کے کپڑے پہن کر سونے ہی لگا تھا کہ اچانک کسی نے گھر کا دروازہ ٹکٹکھا ڈیا، میں نے غصے سے پوچھا کہ کون ہے؟

جواب ملا: امیر المؤمنین آپ کو بلا رہے ہیں

میں جلدی سے باہر نکلا، تو دیکھا خود امیر المؤمنین سامنے موجود تھے، میں نے کہا: آپ نے کیوں تکلیف کی، مجھے ہی بلا لیتے

امیر المؤمنین نے جواب دیا: نہیں! پریشانی ہی کچھ ایسی تھی کہ مجھے خود آنا پڑا۔ اب ایسا کرو کہ کسی عالم ربانی کے پاس لے چلو، جن سے جا کر میں اپنی پریشانی کہہ سکوں۔

فضیل بن ربیع کہتے ہیں کہ: میں خلیفہ کو لے کر فضیل بن عیاض کے پاس چل پڑا



فضیل بن عیاض اور خلیفہ ہارون الرشید

جب ہم وہاں پہنچے تو فضیل بن عیاض نماز میں مشغول تھے اور درج ذیل آیت کریمہ پڑھ رہے تھے:
 ترجمہ: ”وہ لوگ جنہوں نے برا نیاں کمائی ہیں، کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں ان جیسا بنا دیں گے جو ایمان
 لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے؟ ایسے لوگوں کی زندگی اور موت برابر ہے، یہ لوگ بہت ہی برا فیصلہ کر بیٹھے
 ہیں“

یہ سن کر خلیفہ نے کہا: اگر ہمیں کسی سے نفع ہو سکتا ہے تو اسی بندے سے ہو سکتا ہے
 چنانچہ ان کا دروازہ کھٹکھٹایا گیا، انہوں نے پوچھا: کون؟

جواب دیا گیا کہ: امیر المؤمنین حاضر ہیں

فضیل بن عیاض نے اب بھی دروازہ نہیں کھولا، بلکہ کہنے لگے: امیر المؤمنین کو مجھ سے اور مجھے امیر المؤمنین
 سے کیا کام؟

خلیفہ کے ساتھ موجود قاصد نے کہا: سبحان اللہ! کیا آپ پر امیر المؤمنین کی بات ماننا لازم نہیں ہے!
 (مطلوب تمہیں سوال و جواب کرنے کے بجائے فوراً دروازہ کھول دینا چاہیے تھا)

یہ سن کر فضیل بن عیاض نے گھر کا دروازہ کھولا، اور فوراً گھر کے بالائی حصے میں جا کر چراغ بچادریا، اور خود
 ایک کونے میں بیٹھ گئے، سب لوگ ان کو تلاش کرنے لگے، اسی دورانِ خود خلیفہ کا ہاتھ انہیں جالگا اور جیسے ہی
 خلیفہ کا ہاتھ انہیں لگا تو انہوں نے کہا:

واہ لتنا ہی نرم ہاتھ ہے، کاش کہ یہ کل قیامت کے دن اللہ کے عذاب سے نجات پالے
 خلیفہ کہنے لگے: اے فضیل ہم جو ہدیہ آپ کے لیے آج لائے ہیں آپ اسے قبول فرمائیجئے۔

فضیل بن عیاض نے جواب دیا: آپ بھلاکس لئے لائے ہیں؟ آپ تو خود اپنی رعایا کے گناہوں کا بوجھ
 اپنے اوپر لادے ہوئے ہیں، بلکہ آپ کے جتنے مشیر و وزیر ہیں ان کے گناہ بھی قیامت کے دن تمہارے
 گناہوں میں شامل کر دیے جائیں گے، کیوں کہ تمہاری قوت اور عدم احتساب کے بل بوتے وہ ظلم ڈھاتے
 ہیں، پھر افسوس تو اس پر بھی ہے کہ وہ اس سب کے باوجود دیگر لوگوں کی بہ نسبت زیادہ آپ سے بعض رکھتے
 ہیں، اور قیامت کے دن یہی لوگ تم سے دور دور بھاگیں گے، اور اگر تم ان میں سے کسی سے کوئی ایک بوجھ بھی
 اٹھانے کا کہو گے، تو وہ انکار کر دے گا۔

اور ہاں جب عمر بن عبد العزیز خلیفہ بنائے گئے تو انہوں نے تین کبار اہل علم سالم بن عبد اللہ، محمد بن کعب

اور رجاء بن حیوہ کو اپنے پاس بلاؤ کر ان سے مشورہ لیا تھا، اس موقع پر سالم بن عبد اللہ نے ان سے کہا تھا: اگر آپ کل قیامت کے دن اللہ کے عذاب سے نجات چاہتے ہیں تو اپنے سے بڑے ہر مسلمان کو اپنے باپ جیسا سمجھ کر ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، اور اپنی عمر کے مسلمانوں کو اپنے بھائیوں جیسا سمجھ کر انہیں عزت دو اور چھوٹوں کو اپنی اولاد جیسا سمجھ کر ان پر شفقت کرو۔

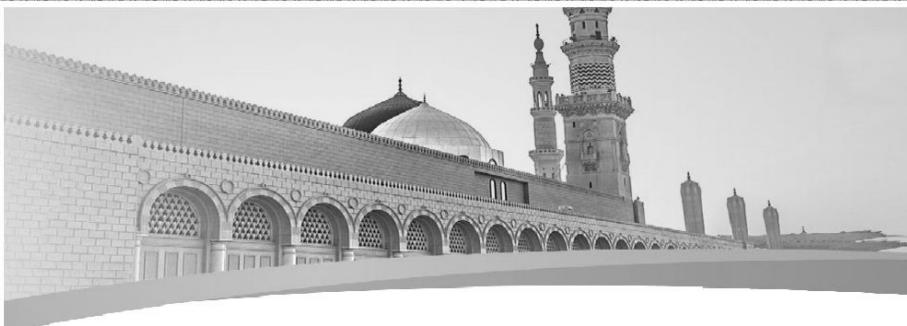
جب کہ رجاء بن حیوہ نے کہا: اگر آپ کل قیامت کے دن اللہ کے عذاب سے نجات چاہتے ہیں تو جو کچھ اپنے لیے پسند ہے وہی کچھ باقی سب مسلمانوں کے لیے پسند کرو، اور اپنے لیے جو کچھ ناپسند ہو وہ ان کے لیے بھی پسند نہ کرو، پھر بے فکر ہو جاؤ تمہیں جب بھی موت آئے کوئی پرواہیں۔

اور اے ہارون! مجھے تمہارے بارے میں سب سے زیادہ ڈر اس دن کا ہے جس دن لوگوں کے پاؤں پھسل جائیں گے۔

یہ سب سن کر خلیفہ ہارون الرشید رونے لگے۔

ابن ربیع نے فضیل بن عیاض سے کہا: امیر المؤمنین کے ساتھ کچھ نرمی والا برتاؤ کیجیے فضیل بن عیاض نے کہا: انہیں قتل تو تم اور تمہارے رفقاء کر رہے ہیں اور نرمی کا مجھے کہہ رہے ہو! پھر فضیل بن عیاض نے خلیفہ ہارون الرشید سے کہا: اے خوبصورت چہرے والے! یاد رکھو کہ کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نے تم سے ہی ان بندوں کے بارے میں سوال کرنا ہے، اس لیے اگر اپنے اس خوبصورت چہرے کو جہنم کے عذاب سے بچا سکتے ہو تو بچالو، اور ہاں صبح و شام کسی بھی وقت اپنے دل میں اپنی رعیت میں کسی کے بارے میں بھی کھوٹ، اور دغا بازی وغیرہ مت رکھنا، کیوں کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ”جو اپنی رعیت کے ساتھ دھوکہ بازی کرنے والا بنا تو وہ جنت کی خوبیوں بھی نہیں سونگھ سکے گا“،

خلیفہ ہارون الرشید نے حضرت فضیل بن عیاض کے اس روایے سے متأثر ہو کر انہیں کچھ مال بطور ہدیہ پیش کرنا چاہا تو حضرت فضیل بن عیاض نے اسے لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا: یہ کتنی عجیب بات ہے کہ میں تو آپ کو نجات کا راستہ بتا رہا ہوں اور آپ مجھے اس کا یہ (ہلاکت کا سبب بننے والا) بد لے دے رہے ہیں؟ الغرض کہ خلیفہ ہارون الرشید ایک ایمان والے عالم رباني سے ایمان اور تقویٰ کا درس لے کر واپس لوٹے اور وہ عالم رباني اس بادشاہ کے مال و دولت سے اپنادا من بچا کر نجات کا راستہ بتا گئے۔



حافظت کے لیے صحیح و شام (کم از کم) ایک ایک بار

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص حم (یعنی سورۃ المؤمن) کی ابتدائی تین آیات اور آیت الکرسی صحیح پڑھ لے وہ شام تک حفاظت میں رہے گا۔ (بحوالہ: ترمذی شریف)

آیت الکرسی اور سورۃ المؤمن کی ابتدائی تین آیات درج ذیل ہیں:

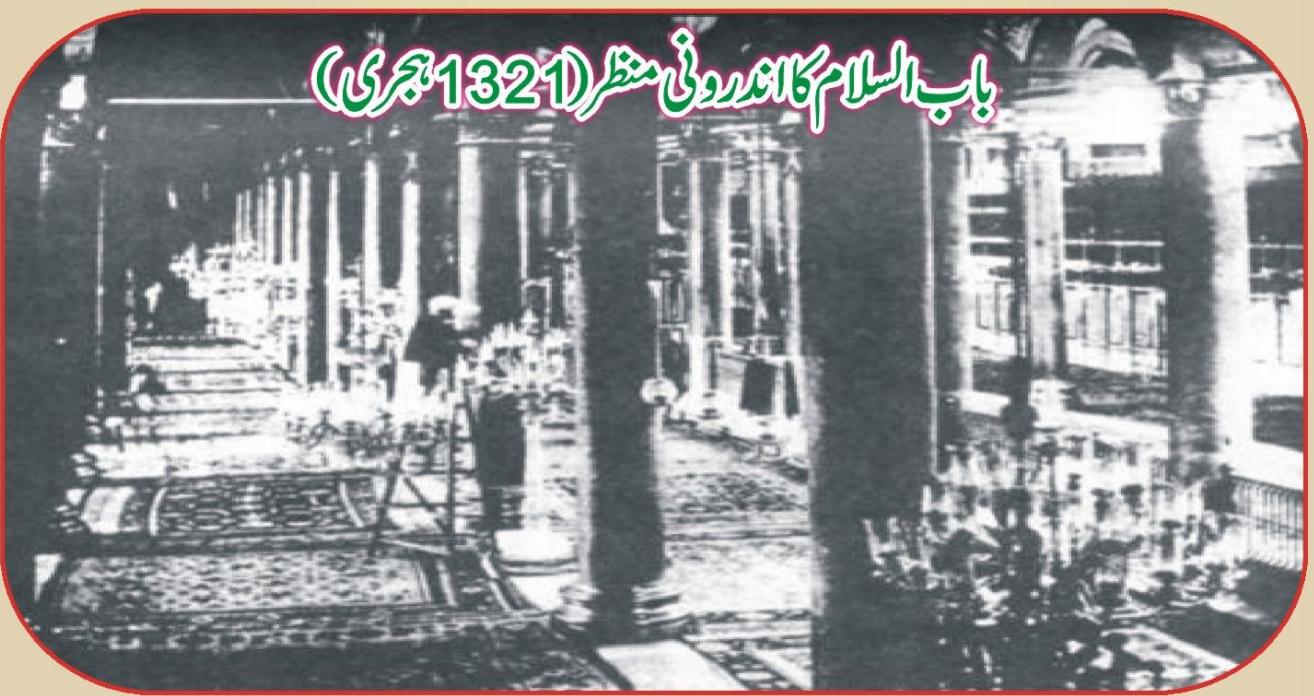
اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ لَهُ
مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْهُ
إِلَّا بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ
بِشَئِيهِ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُهُ السَّمَاوَاتِ
وَالْأَرْضَ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ (آل بقرۃ)

حَمَ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ غَافِرِ الذَّنْبِ وَ
قَابِلِ التَّوْبَ شَدِيدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ إِلَيْهِ
الْمَصِيرُ (سورۃ المؤمن)

مسجد نبوی کا دروازہ ”باب الرحمہ“ (1321ھ)



باب السلام کا اندر ونی منظر (1321ھ)



”روضۃ من ریاض الجنة“ کا قدری گی نظارہ (1321ھ)

